دین میں علم کی اہمیت

کرنل (ر) محمد یونس

الحمد لِلّٰہ وکفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ علٰی عبادِہِ الَّذین اصطفٰی
امّا بعدُ فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۝ ﴾
(بنی اسرائیل : ۷۰)

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ ﴾ (الانعام : ۱۶۶)

﴿ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝ ﴾ (فاطر : ۳۹)

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (الذّٰریٰت : ۵۶)

مندرجہ بالا چار آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اضافی خصوصیت کو بیان فرمایا ہے' چنانچہ ارشاد ہوا : "اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت دی"۔ دوسری اور تیسری آیات اس کرۂ ارضی پر انسان کے status یا رتبے کے تعین سے متعلق ہیں۔ چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے "اور وہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر رفعت عطا کی تاکہ وہ تمہیں ان چیزوں میں آزمائے جو اس نے تمہیں دے رکھی ہیں"۔ اور تیسری آیت میں ارشاد ہے : "وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے' سو اب جو

اِنکار کی روش اختیار کرے گا تو اس کے انکار کا وبال اسی پر پڑے گا اور کفار کا کفران کے رب کے ہاں تو اس کا غضب بڑھانے کا ہی موجب ہوتا ہے۔ اور کافروں کا کفران کے خسارے میں ہی اضافہ کرتا ہے"۔ چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے' چنانچہ ارشاد ہے "اور نہیں پیدا کیا میں نے جِنّوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں"۔ یعنی یہاں جِنّوں اور انسانوں کی تخلیق کا واحد مقصد "عبادتِ رب" متعین ہو گیا۔ لہٰذا تخلیق کے لحاظ سے انسان اشرف المخلوقات ہے' رتبے کے لحاظ سے اس کرۂ ارضی پر اللہ کا نائب ہے اور اس کی تخلیق کا مقصد "عبادتِ رب" ہے۔

علم کی ضرورت

جب انسان کے status کا تعین ہو گیا تو علم کی ضرورت خود بخود واضح ہو گئی' کیونکہ ایک جاہل اور گنوار انسان خلیفۃ اللہ ہونے کے تقاضوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ بغیر علم کے نہ تو وہ اللہ کی صفاتِ کمال کو پہچان سکتا ہے اور نہ ہی اپنی حقیقت کا عرفان حاصل کر سکتا ہے۔ دین اسلام' جو انسان کی دنیاوی اور اُخروی کامیابی و کامرانی اور فوز و فلاح کے لئے عظیم مینارۂ نور ہے' وہ اس وصف کے حصول کو انسان کے لئے لازم قرار دیتا ہے اور اسے اس کی دینی و دنیاوی ترقی و ترفع کے لئے زینہ قرار دیتا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اسلام ہر اُس علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو اسلامی عقیدہ و عمل سے مزاحم ہوئے بغیر انسانی معراج کا ضامن ہو۔ اسلام کسی بھی مفید علم کے حصول سے منع نہیں کرتا بلکہ ہر عِلمِ نافع سے فیضیاب ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہر اُس علم سے بیزاری کا اظہار بھی کرتا ہے جو ذہن و فکر کو گمراہی کی طرف موڑ کر انسان کو اللہ اور اللہ کے دین سے ناآشنا رکھتے ہوئے اسے الحاد اور دہریت کی کھائی میں دھکیل دے۔ بقول علامہ اقبال ؎

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

مغربی سائنس دانوں کا یہ عقیدہ کہ صداقت صرف وہی ہے جسے ہم براہ راست اپنے حواسِ خمسہ سے دریافت کرسکتے ہیں اور جو چیز ہم اپنے حواس کے ذریعے دریافت نہیں کرسکتے وہ یا تو موجود ہی نہیں ہے یا معدوم کے درجے میں ہے' ایک ایسا مفروضہ ہے جو ہمہ تن بصیرت سے محروم ہے' کیونکہ یہ مظاہر قدرت جن پر سائنس کے مشاہدات و معلومات کا انحصار ہے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صفات کے نشانات اور دلائل ہیں۔ تاہم طبیعیاتی علوم کی درسی کتب مغرب کے حکمائے طبیعیات کے اسی غلط اور بے بنیاد عقیدے پر مبنی ہیں۔ یہی عقیدہ مغرب کے تمام حیاتیاتی اور نفسیاتی علوم کا بھی نقطۂ آغاز ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عقیدہ میں عملی طور پر اللہ کا انکار مضمر ہے۔ لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ عقیدہ نہ تو سائنٹیفک طریقے سے ثابت شدہ ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی علمی یا عقلی بنیاد موجود ہے۔ اس ظالمانہ عقیدے کو صرف اس لئے اختراع کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے خدا کے تصور کو سائنس سے خارج کرکے سائنس کو ایک ناپاک' مذہب سے غیر متعلق اور دنیاوی کد و کاوش کے طور پر پیش کیا جائے۔ تاہم عملی طور پر مغربی سائنسدان خدا کے سوا کسی اور غیر حسی صداقت کو' جو مشاہدے میں نہ آنے کے باوجود اپنے اثرات اور نتائج کے اعتبار سے ثابت ہو رہی ہو' رد نہیں کرتے اور اپنے اس بے بنیاد عقیدے کو صرف خدا کے تصور کے خلاف بروئے کار لاتے ہیں۔ مثلاً اس کائنات کی تینوں اساسی قوتیں (Fundamental forces of nature) یعنی برقی مقناطیسی (Electro-magnetic)' تجاذبی (Gravitational) اور نووی (Nuclear) قوتیں جن پر پورے عالم کے توازن کا دارومدار ہے' سب کی سب غیر مرئی ہیں۔ ان کا وجود ان کے اثرات و نتائج ہی سے مدرَک ہوا۔

اسی طرح برقی مقناطیسی طیف (Electro-magnetic Spectrum) کے اندر مرئی روشنی (Visible light) بندُوار طیف (Band Spectrum) کا ایک نہایت چھوٹا سا ٹکڑا ہے' جبکہ لال کے اُوپر اور بنفشی سے نیچے کا تمام حصہ غیر مرئی ہے۔ یہاں بھی غیر مرئی طیف اثرات اور نتائج کی بنا پر مدرَک ہوا۔

حقیقت دراصل یہ ہے کہ صداقت صرف وہی نہیں جسے ہم براہِ راست اپنے

حواسِ خمسہ کے مشاہدے سے معلوم کر سکیں بلکہ وہ بھی ہے جسے ہم براہ راست اپنے حواس کے مشاہدے سے معلوم نہ کر سکنے کے باوجود اس کے اثرات و نتائج کو براہ راست اپنے حواس کے مشاہدے سے معلوم کر سکیں۔ پیغمبرانِ اسلام ﷺ جس علم کی بنیاد پر توحید کی دعوت دیتے رہے ہیں اس میں مظاہر قدرت کے مشاہدے اور مطالعے سے حاصل ہونے والی بصیرت بھی شامل ہے' کیونکہ مظاہر قدرت ہی معرفت الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم نے مظاہر قدرت کو آیاتِ الٰہی کا نام دیا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ "اَلْاٰیَۃُ" کے معنی علامت ظاہرہ یعنی واضح علامت کے ہیں۔ دراصل "اٰیَۃٌ" ہر اس ظاہر شے کو کہتے ہیں جو دوسری ایسی شے کو لازم ہو جو اس کی طرح ظاہر نہ ہو' مگر جب کوئی شخص اس ظاہر شے کا ادراک کرے گو اس دوسری (اصل) شے کا بذاتہٖ اس نے ادراک نہ کیا ہو مگر یقین کر لیا جائے کہ اس نے اصل شے کا بھی ادراک کر لیا۔ امام راغبؒ نے لفظ آیت کی اس تشریح میں معرفتِ الٰہی کا نکتہ بیان فرمایا ہے۔ اس قسم کی معرفت کے حصول کیلئے اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ مظاہر قدرت کی تخلیق اور ساخت میں جو قوانین اور مقاصد کار فرما ہیں وہ خدا کی ہستی کے ایسے نشانات ہیں جو ایمان کا سہارا اور ہمارے لئے تقویت ایمان کا باعث ہیں۔ کسی مصنوع کے علم سے لامحالہ اس کے صانع ہونے کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم ایمان' تقویٰ' حُب' انابت' خشیت' تذکر اور تشکر جیسے اعلیٰ روحانی مقامات کے حصول کیلئے بار بار ہمیں مظاہر قدرت پر تدبر و تفکر کی دعوت دیتا ہے۔ "الجواہر فی تفسیر القرآن" کے مصنف شیخ طنطاوی نے اپنی تفسیر کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ قرآن میں آیات العلوم کی تعداد ۷۵۰ ہے' جس میں فلکیات' ریاضی' ہندسہ' معدنیات' زراعت اور دوسرے علوم طبعی ہیں اور وہ آیات جو عبادات کے متعلق ہیں وہ ۱۵۰ ہیں۔ چنانچہ اہل دانش کا ہر زمانے میں یہ خیال رہا ہے کہ قرآن جامع العلوم ہے۔ (اللہ کی عظمتیں ص ۱۱۰)

محمد احمر العمراوی العصری کے مطابق قرآن حکیم کی ۷۵۶ آیات براہ راست مظاہر قدرت اور ان پر غور و فکر کی دعوت سے متعلق ہیں جبکہ احکامات پر مبنی آیات کی تعداد ۱۵۰ سے زائد نہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ قرآن حکیم کائنات کے

مطالعے اور مشاہدے پر کس قدر زور دیتا ہے۔ بلکہ مشاہدۂ مظاہرقدرت کیلئے دنیا میں سب سے پہلی مؤثر آواز جو بلند ہوئی وہ قرآن حکیم کی آواز تھی جس کا ارشاد ہے کہ مظاہرقدرت اللہ کی ہستی اور صفات کے نشانات ہیں۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کو جاننے اور پہچاننے کا تعلق ہے قرآن حکیم ہم سے کسی کورایمانی (Blind Faith) کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ تاکید کرتا ہے کہ اللہ کو جاننے اور ماننے کیلئے اپنے حواس کو بیدار رکھاجائے اور جہاں قرآن اپنی آیات پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے وہاں یہ مطالبہ بھی کرتا ہے کہ اندھے بہرے بن کر ان آیات پر مت گرو بلکہ ان مضامین اور مفاہیم پر تدبر و تفکر کرو' کیونکہ قرآن حکیم کے مطالب اور معانی سے صرف وہی لوگ بہرہ ور ہو سکتے ہیں جو سننے والے کان اور بیدار و فعال ذہن رکھتے ہیں۔ پھر قرآن مجید اس سلسلے میں بطورِ خاص تاکید کرتا ہے کہ علم کے بغیر کسی بات کے پیچھے مت پڑو کیونکہ تمہارے کانوں' آنکھوں اور ذہنوں میں سے ہرایک سے پرسش ہونے والی ہے۔ چنانچہ جو لوگ اپنے حواس اور اپنی عقل سے کام نہیں لیتے قرآن حکیم پوری تحدی کے ساتھ ان کی مذمت کرتا ہے۔ سورۃ الانفال کی آیت ۲۲ میں ارشاد ہے :

﴿ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ○ ﴾

"یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے"۔

اسی طرح سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۹ میں ارشاد ہے :

﴿ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ' لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا' وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا' وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا' اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ' اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ○ ﴾

"اور ہم نے بہت سے جنات اور انسان جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں (یعنی بالآخر ان کا ٹھکانہ جہنم ہونے والا ہے) اس لئے کہ ان کے دل و دماغ ہیں مگر وہ ان سے سمجھ بوجھ کا کام نہیں لیتے' ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ وہ (عقل و حواس کا شعوری

استعمال کھو کر) چوپایوں کے مانند ہو گئے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔
ایسے ہی لوگ ہیں جو سراسر غفلت میں ڈوب گئے ہیں"۔
اسی طرح سورۂ یونس کی آیت ۱۰۰ میں ارشاد ہے :
﴿ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ ﴾
"اور وہ گندگی لاد دیا کرتا ہے ان لوگوں پر جو عقل سے کام نہیں لیا کرتے"۔

صحیح علم ایمان کا پیش خیمہ ہے اور عمل کی دعوت دیتا ہے

سورۂ محمد (ﷺ) آیت ۱۹ میں ارشادِ باری ہے : ﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ "خوب اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ کیونکہ اگر اس کلمہ کا صحیح مفہوم حاصل نہیں تو ایمان بھی حاصل نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صرف ایک علمی نظریہ ہی نہیں بلکہ باطل کے لئے دعوتِ مبارزت بھی ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ معبود ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میرے بس میں ہے میں معبودانِ باطل کو ملیا میٹ کر کے رہوں گا اور دنیا والوں سے وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ اللہ کو منوا کے رہوں گا اور اگر ضرورت پڑے تو اس کوشش میں اپنی جان تک قربان کر دوں گا۔
علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

این دو حرفِ لا الٰہ گفتار نیست
لا الٰہ جز تیغِ بے زنہار نیست

یعنی لَا اِلٰه محض ایک قول ہی نہیں بلکہ ایک بے نیام تلوار ہے جو باطل کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤمن کے عقیدۂ توحید میں یہ بات مضمر ہے کہ نہ صرف وہ خود اللہ پر ایمان لائے بلکہ تمام انسانوں کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت بھی دے۔ اور جب وہ ایسا کرتا ہے تو دوسرے نظریات سے اس کا تصادم ناگزیر ہے اور اس تصادم میں غالب آنا اسے اپنی جان سے بھی عزیز تر ہے۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں :

تا نہ خیزد بانگِ حق از عالمے
گر مسلمانی نیاسائی دمے

یعنی جب تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی صدا سارے عالم میں بلند نہ ہو جائے اگر تو مسلمان ہے تو تو چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ لٰہذا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ یہ اقرار ایک ایسا عہد ہے جس کو نبھانے کی مشکلات انسان کو لرزہ براندام کر دیتی ہیں۔ اسی لئے علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

چو می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

یعنی جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میں لرز اٹھتا ہوں کیونکہ میں لاالٰہ کے تقاضے پورے کرنے کی مشکلات سے واقف ہوں۔ بایں ہمہ یہ مت بھولئے کہ عقیدۂ توحید کی صداقت کی دلکشی اور فطرتِ انسانی کے ساتھ اس کی مکمل ہم آہنگی اور تمام علمی اور سائنٹیفک حقائق کے ساتھ اس کی پوری مطابقت مسلمانوں کے پاس ایک ایسا ناقابل تسخیر ہتھیار ہے جس کی بدولت وہ پوری دنیا کو بے تیغ و تفنگ یعنی پُرامن طریقے سے بھی زیر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

قرآن میں علم کی اہمیت

قرآن حکیم علم کو ایک اعلیٰ درجہ دے کر اس کے حصول کے لئے دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ سورۂ مجادلہ کی آیت ۱۱ میں ارشاد ہے : ﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ "تم میں سے جو لوگ اہل ایمان ہیں اور جن کو علم عطا ہوا اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا"۔ یعنی رفع درجات کا اصل ذریعہ ایمان اور علم ہے۔ اور سورۃ العنکبوت کی آیت ۴۹ میں ارشادِ باری ہے : ﴿بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ "بلکہ وہ واضح دلیلیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جن کو علم عطا ہوا"۔

اسی طرح اسی سورۃ کی آیت ۴۳ میں فرمایا : ﴿ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ ﴾ "اور ہم یہ تمثیلیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں ' مگر ان کو صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں"۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی ایسی ایسی نشانیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سے بعض عام فہم ہیں جبکہ کچھ بغیر تحقیقات کے سمجھ میں آہی نہیں سکتیں۔ تحقیقات ہی کے نتیجے میں مختلف علوم رونما ہوئے ہیں ' مثلاً مسلمانوں کی تحقیقات ہی کے ثمرے میں دنیا کو الجبرا ' جیومیٹری ' علمِ کیمیا اور علمِ فلکیات حاصل ہوئے۔ تمام دنیاوی علوم حتیٰ کہ سائنس اور ٹیکنالوجی قرآنی آیات میں غور و فکر کے نتیجے میں ہی موجود ہوئے اور مسلمان ہی ان کے موجد اول ہیں۔ قرآنی آیات میں تدبر و تفکر دل و دماغ کو اُجاگر کرتا ہے ' عقیدے اور عمل کی صحت کی بدولت انسان کی تعمیری ' ایجادی اور تخلیقی قوتیں بیدار کرتا ہے اور ایک بامقصد زندگی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے تسخیر کائنات کے حوصلے عطا کرتا ہے۔

اس کے برعکس قرآن حکیم نے بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں زبان درازی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۂ لقمان کی آیت ۶ میں ارشاد ہے : ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ﴾ "اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو فضولیات کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے گمراہ کریں بغیر کسی علم کے اور ان آیات کا مذاق اڑائیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب ہے"۔ اور آیت ۲۰ میں فرمایا : ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ﴾ "اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو بغیر کسی علم کے اور بغیر کسی رہنمائی کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں"۔ یعنی نہ تو ان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ علم ہے جس سے انہوں نے براہ راست خود حقیقت کا مشاہدہ یا تجربہ کرلیا ہو ' نہ کسی ایسے رہنما کی رہنمائی انہیں حاصل ہے جس نے حقیقت کا مشاہدہ کرکے انہیں بتایا ہو اور نہ کوئی بصیرت افروز کتاب الٰہی ان کے پاس ہے جس پر یہ اپنے عقیدے یا مفروضے کی بنیاد رکھتے ہوں۔

اللہ کی عظمتوں کا انکشاف علم ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے

سورۃ فاطر میں ارشاد ہے : ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ﴾ "حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں"۔ یعنی جن لوگوں نے مظاہر قدرت میں کائنات کے حقائق و اسرار کا مطالعہ و مشاہدہ کیا ہو اور اللہ کی عظمتوں اور بے پناہ علم و حکمت سے بہرہ اندوز ہوئے ہوں وہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اسی لئے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "مَنْ لَّمْ یَخْشَ اللّٰہَ فَلَیْسَ بِعَالِمٍ" یعنی "جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں ہو سکتا"۔

علم کے فضائل

علم کے حصول کے لئے جس قدر ترغیب و تشویق دین اسلام میں دی گئی ہے دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں دی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور انسان کی فطرت میں غیر محدود ہونے کی خواہش موجود ہے۔ مذہبی حقائق اور غیبی امور کو جاننے کے لئے انسانی فطرت بے چین رہتی ہے اور رہنی چاہئے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصول علم کے لئے بہت تاکید فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیے :

۱) ((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ)) [ابن ماجہ اور بیہقی]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے"۔

۲) ((اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ))

"گود سے گور تک علم حاصل کرتے رہو"۔

۳) ((مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ)) [ترمذی]

"جو شخص کسی ایسے راستے پر چلا جو طلب علم کا راستہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دے گا"۔

۴) ((مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ)) [ترمذی]

"جو شخص علم کی طلب میں نکلا تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ یہاں تک کہ واپس

لوٹ آئے"۔

۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ)) [رواه الترمذی وابن ماجہ]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : "ایک فقیہ (یعنی عالمِ دین) شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے"۔

۶) وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ)) [دارمی]

اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے بطریق مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : "جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اس غرض سے علم حاصل کر رہا ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام کو رائج کرے گا تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہو گا"۔

۷) وَعَنْهُ مُرْسَلاً قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلَيْنِ كَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ' اَحَدُهُمَا كَانَ عَالِمًا يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَالْاٰخِرُ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ ' اَيُّهُمَا اَفْضَلُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((فَضْلُ هٰذَا الْعَالِمِ الَّذِيْ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ عَلَى الْعَابِدِ الَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ)) [رواہ الدارمی]

اور ان ہی سے بطریق مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں سوال کیا گیا۔ ان میں سے ایک تو عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا پھر بیٹھ کر لوگوں کو علم سکھاتا تھا اور دوسرا شخص دن کو روزہ رکھتا تھا اور تمام رات عبادت کیا کرتا تھا۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں سے بہتر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا : "اُس عالم کو جو فرض نماز پڑھتا ہے پھر بیٹھ کر لوگوں کو علم سکھلاتا ہے اُس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی کہ مجھے تمہارے درمیان میں سے ایک ادنیٰ آدمی پر فضیلت

حاصل ہے"۔

۸) وَعَنْهُ قَالَ : اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ ' فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ ' وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذٰلِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَى ابْنِ آدَمَ [رواہ الدارمی]

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "علم دو قسم کا ہے' ایک وہ علم جو دل کے اندر ہوتا ہے' یہ علم تو نفع دیتا ہے۔ اور دوسرا وہ علم ہے جو زبان کے اوپر ہوتا ہے' یہ علم آدمی پر اللہ عزوجل کی دلیل و حجت ہے"۔

پہلے کو عِلمِ باطن کہا جاتا ہے اور دوسرے کو عِلمِ ظاہر۔ چنانچہ جب تک ظاہر کی اصلاح نہیں ہوتی عِلمِ باطن سے کچھ میسر نہیں آتا۔ اسی طرح جب تک باطن کی اصلاح نہیں ہو جاتی عِلمِ ظاہر کی تکمیل نہیں ہوتی۔ یہ دونوں علوم اصل اور بنیادی ہیں اور رلازم وملزوم ہیں جس طرح ایمان اور اسلام۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مطابق عِلمِ نافع وہ ہوتا ہے کہ جب اس کی روشنی سے دل منور ہو جاتا ہے تو دل کے وہ پردے اُٹھ جاتے ہیں جو حقائقِ اشیاء کی معرفت کے لئے مانع ہوتے ہیں۔ عِلمِ نافع کی دو قسمیں ہیں' ایک عِلمِ معاملہ جو عمل پر اُکساتا ہے اور دوسرا عِلمِ مکاشفہ جو عمل کا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کے دل میں نورِ علم ڈال دیتا ہے اور جو علم زبان کے اوپر ہوتا ہے وہ نہ تو کوئی تاثیر رکھتا ہے اور نہ دل میں نورانیت پیدا کرتا ہے۔ اسی کیفیت کو مولانا رومؒ نے یوں بیان فرمایا ہے ؎

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

اگر تو علم کو تن پروری کے لئے استعمال کرے گا تو وہ سانپ بن کر ڈس لے گا اور اگر تو علم کے ذریعے اپنا باطن آراستہ کرے گا تو وہ تیرے لئے دوست بن جائے گا۔ یعنی تمہارے دل و دماغ کی اصلاح کر کے تمہیں صحیح فکر و عمل کی طرف راغب کرے گا۔ لہٰذا راسخ العلم وہ شخص ہے جس کا علم و عمل اور حال و قال ایک دوسرے کے مطابق ہوں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا : ((مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ مَالَمْ يَعْلَمْ)) یعنی "جو شخص اس علم کے مطابق عمل کرتا ہے جو اس نے حاصل کیا ہو تو اللہ

تعالیٰ اس کو اس چیز کا علم نصیب فرماتا ہے جو نہ جانا جاتا ہے اور نہ پڑھا جاتا ہے"۔

۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
((اِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنُ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَنَشَرَهٗ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ اَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهٗ اَوْ مَسْجِدًا اَبَنَاهُ اَوْ بَيْتًا لابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ اَوْ نَهْرًا اَجْرَاهُ اَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهٖ فِیْ صِحَّتِهٖ وَحَيَاتِهٖ تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ)) [رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: "مومن کو اس کے جس عمل یا جن نیکیوں کا ثواب اس کے مرنے کے بعد پہنچتا ہے اس میں ایک تو وہ علم ہے جس کو اس نے سیکھا اور رواج دیا تھا۔ دوسرے نیک اولاد ہے جس کو اس نے پیچھے چھوڑا۔ تیسرے قرآن ہے جو وارثوں کے لئے چھوڑا۔ چوتھے مسجد ہے جو اس نے اپنی زندگی میں بنائی ہو۔ پانچویں مسافر خانہ ہے جس کو اس نے تعمیر کیا ہو۔ چھٹے نہر ہے جس کو اس نے جاری کیا ہو اور ساتویں وہ خیرات ہے جس کو اس نے اپنی تندرستی اور زندگی میں اپنے مال سے نکالا ہو"۔ قرآن کے حکم میں شرعی کتابیں بھی شامل ہیں۔

۱۰) قَالَ اَبُوالدَّرْدَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ ((مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ' وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ' وَاِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْحِيْتَانِ فِیْ جَوْفِ الْمَاءِ' وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ' وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ' وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلاَ دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ' فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ)) [رواہ ابوداؤد]

ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا: "جو شخص علم کے حصول کے لئے سفر اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلادیتے ہیں اور طالب علم کے لئے فرشتے خوشی سے اپنے پر

(باقی صفحہ ۸۸ پر)